OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.11 Issue 12 December 2022

عوام الناس میں نظم وضبط: سیرت النبی ﷺ کا اطلاقی مطالعہ

DISCIPLINE IN PEOPLE: APPLIED STUDY OF SĪRAH OF THE HOLY PROPEHTﷺ

Dr. Sumera Rabia
Assistant Professor, Institute of Arabic and Islamic Studies, GC Women University, Sialkot.

Dr. Amir Hayat
Assistant Professor, Institute of Arabic and Islamic Studies, GC Women University, Sialkot.

Dr. Khalid Mahmood Arif
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad.

Abstract: Islam is the religion of peace and security, and its followers were trained in such a way that discipline in every sphere, every field and every level of life became a part of their life. But now a days disorder and mismanagement is spread all around. No matter where you are in life, it is devoid of discipline. Whether it is individual life or collective, political or economic, educational or commercial, daily affairs or the conduct of politics, chaos, disorder and anarchy will be seen everywhere. What should be the ways to discipline the masses of Islamic State in the light of Seerah? The findings of this research are: We have to suppress all the elements that cause disorder and chaos in the society. So that discipline can be created in the people. Today we see that there is a sense of urgency among the people. There is a great lack of patience and forbearance.

That is why there is a lack of discipline not only at the individual but also at the collective level. If we want to develop as a nation, we need a proper following of the path of the Holy Prophet, one must not only adopt his path of education, training and legislation but also promote it properly and encourage it.

Key Words: Discipline, Seerah, Applied Studies, People

تعارف

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے، دین فطرت ہے اور اس کے پیروکاروں کی تربیت اس طرح سے کی گئی کہ زندگی کے ہر شعبہ، ہر میدان اور ہر سطح پر نظم وضبط ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن گیا آج ان کا یہ حال ہے کہ سب سے زیادہ بدنظمی اور بدانتظامی ان ہی کے ہاں پائی جاتی ہے۔ زندگی کا چاہے کوئی بھی گوشہ ہو وہ نظم وضبط سے عاری ہے۔ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، سیاسی میدان کی بات ہو یا معاشی میدان کی، تعلیمی میدان ہو یا تجارتی، روزمرہ معاملات کی ادائیگی ہو یا امور سیاست کی انجام دہی ہر جگہ افراتفری، بدنظمی اور انتشار نظر آئے گا۔ اول تو کہیں قطار نظر نہیں آتی پھر اگر کہیں قطار بنانے کی کوشش کی بھی جائے تو چاہے وہ بینک کی قطار ہو یا ٹریفک میں پھنسی گاڑیوں کی قطار، ٹرین کے یا بس کے ٹکٹ کے حصول کے لیے بنائے جانے والی قطار ہو یا ائرپورٹ پر امیگریشن کے لیے بنائی جانے والی قطار، یوٹیلیٹی بل کی ادائیگی کے لیے بنائی جانے والی قطار ہو یا سامان خورد ونوش کی خرید وفروخت کے لیے بنائی جانے والی قطار بہت جلد وہ توڑ دی جاتی ہے اور جو عالم ہمیں نظر آتا ہے وہ نفسا نفسی اور عجلت کا عالم ہوتا ہے۔ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی جلدی اور اس کوشش میں دوسروں کو پیچھے ہٹانا دھکم پیل کرنا ایک معمول بن چکا ہے۔ الغرض آج ہمارے نام نہاد اسلامی معاشرے میں کہیں بھی نظم وضبط کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔

آج نہ صرف بازاروں اور تجارتی مراکز میں افراتفری اور دھکم پیل نظر آتی ہے بلکہ علم کے مراکز بھی اسی دھکم پیل کا شکار ہیں۔ سکول اور کالجز جہاں نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت ہوتی ہے وہاں کا ماحول بھی نظم وضبط سے عاری ہے۔ نہ طلبہ میں تنظیم ہے اور نہ ہی برداشت اور تحمل۔ نہ ہی جماعت کا ماحول نظم وضبط کی تصویر پیش کرتا ہے اور نہ ہی طلبہ کا ذاتی کردار اس حوالے سے کوئی حوصلہ افزاء نتائج فراہم کرتا ہے۔ یہی صورتحال ہمیں مقدس مقامات تک پر نظر آتی ہے۔ آج اسلامی ریاست میں نہ صرف عوامی مقامات دھکم پیل اور انتشار کا شکار ہیں بلکہ مذہبی مقامات بھی اس سے مبرا نہیں ہیں۔

انسان اس دنیا میں سکون، آرام، ترقی اور خوشحالی کا خواہشمند ہے جو صرف اور صرف نظم وضبط کو اپنی زندگیوں کا لازمی جزو بنا لینے میں پنہاں ہے۔ اگر اس کے انفرادی اور اجتماعی معاملات نظم وضبط سے مبرا ہوں گے تو ان میں انتشار اور خلل یقینی ہے اور جہاں انتشار، خلل اور بے سکونی ہو وہاں نہ تو کوئی تخلیقی کام سرانجام پا سکتا ہے اور نہ ہی معاشرہ اور اس کے افراد ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انتشار اور بدنظمی کی حالت میں افراد معاشرہ کی توانائیاں مثبت اور تعمیری سرگرمیوں کی بجائے اس انتشار اور بدنظمی کی یا پھر اس کے خاتمہ کی اور اس پر قابو پانے کی کوششوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے کہ جس قوم کے افراد نے نظم وضبط کو اپنی زندگیوں کا شعار بنایا انہی قوموں اور انہی افراد نے اس دنیا میں ترقی کی اور انھوں نے ہی اقوام عالم کی باگ دوڑ سنبھالی۔ آج جو قوم جتنی زیادہ منظم ہے جتنا ان کے ہاں ڈسپلن زیادہ پایا جاتا ہے اتنی ہی وہ قوم معاشی اور معاشرتی لحاظ سے دنیا کی دیگر اقوام سے آگے اور ترقی یافتہ ہے۔

جاپان کی ہی مثال لے لی جائے۔ تو جاپان کا شمار اس وقت ان اقوام میں کیا جاتا ہے جو دنیا بھی میں نظم وضبط کے لحاظ سے مثالی کردار کی حامل اقوام ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو اس بات کا اعتراف بھی کیا جاتا ہے کہ جاپانی قوم دنیا کی مہذب ترین قوم ہے۔[1] اس قوم میں پائے جانے والے نظم وضبط کے اثرات تمام شعبہ ہائے زندگی میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگر معاشی لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ دنیا کی چوتھی بڑی معیشت ہے اور دنیا سے کی سب سے بڑی الیکٹرانک مارکیٹ اور دنیا کی تیسری بڑی آٹوموبائل انڈسٹری بھی جاپان ہی کی ہے۔[2] نظم وضبط کے اثرات جاپان کے صرف معاشی اور تجارتی میدان میں ہی نمایاں نہیں ہیں بلکہ تعلیمی میدان کے لحاظ سے دیکھا جائے تو جاپان کی ٹوکیو یونیورسٹی دنیا بھر کی یورنیورسٹیوں میں 21 درجے پر آتی ہے۔[3] اگر جاپان کے تعلیمی نظام کی بات کی جائے تو اس وقت پرائمری ایجوکیشن کا بہترین نظام جاپان کا ہے۔[4] کچھ اعداد و شمار اس کے تعلیمی نظام کو دوسرے نمبر پر بھی لاتے ہیں۔ لیکن بہر حال اعداد و شمار چاہے کسی بھی ادارے کے جاری کردہ ہوں دنیا کے پہلے تین بہترین تعلیمی نظاموں میں سے ایک جاپان کا تعلیمی نظام ہے۔ ایسے ہی ٹریفک قوانین کی پابندی اور ٹریفک کے نظم وضبط کی بات آئے تو وہاں بھی جاپان سر فہرست ہے۔ ان اعداد و شمار سے ایک بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جو قوم اپنے اندر نظم وضبط پیدا کرتی ہے وہ نہ صرف یہ کہ ہر میدان میں آگے رہتی ہے بلکہ اس کی ترقی کی رفتار بھی دیگر ممالک سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

جب جب کسی قوم نے نظم وضبط کو اپنا شعار بنایا ہے اس نے دنیا پر حکمرانی کی ہے۔ مسلمانوں کی ہی مثال لی جائے تو جب نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے زیر اثر ان کے اندر ہر سطح پر نظم وضبط پیدا ہو گیا تو بہت ہی کم عرصے میں نہ صرف وہ دنیا کے حکمران ٹھہرے بلکہ انھوں نے دنیا کے ایک بڑے خطے کو زیر تسلط رکھا۔ جب انھوں نے نظم وضبط کی جگہ بدانتظامی، کاہلی اور انتشار کو اپنا شعار بنالیا تو پھر اس وقت وہ قومیں ان پر حاوی ہو گئیں جو نظم وضبط کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھیں۔ اسی نظم وضبط کے بل بوتے پر نہ صرف انھوں نے علوم وفنون میں ترقی کی بلکہ انھوں نے مسلمانوں اور دنیا کی دیگر اقوام کو اپنے زیردست کر لیا۔ علامہ اقبال اس بات کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

ربط وضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات

ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر [5]

آپ ﷺ نے امت مسلمہ کی بنیاد ایسے خطوط پر استوار کی کہ ان کی زندگیوں سے بد نظمی اور بے ترتیبی اور انتشار کا خاتمہ ہو گیا۔ لہذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ذات بابرکت کی طرف، اس کی بتائی ہوئی تعلیمات اور اس کی دی ہوئی تربیت کی طرف پھر سے رجوع کیا جائے اور عصر حاضر میں اس سے راہنمائی کا حصول ممکن بنایا جائے۔ اگرچہ آج کے حالات میں اور تب کے حالات میں بہت فرق ہے مگر آج بھی یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات ہمارے اندر پھر سے وہ تنظیم و برداشت پیدا کر دیں اور ہمیں نظم وضبط کا خوگر بنا دیں جو اسلام کے دور اول میں مسلمانوں کا خاصہ رہا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ عصر حاضر میں عوام الناس میں نظم وضبط کے حصول کی خاطر آپ کی تعلیمات کی طرف رجوع کیا جائے ضرورت اس امر کی ہے کہ نظم وضبط کا مفہوم واضح کر دیا جائے۔

نظم وضبط کا مفہوم

جہاں تک اس ترکیب "نظم وضبط" کے مفہوم کا تعلق ہے تو یہ عربی کے دو الفاظ "نظم" اور "ضبط" کا مجموعہ ہے۔ جہاں تک لفظ "نظم" کا تعلق ہے تو اس کا مادہ ہے ن-ظ-م جس کے لغوی معنی ہیں ایک لڑی میں پرونا، آراستہ کرنا، موزوں کرنا، ترتیب دینا، کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے جوڑنا، تالیف کرنا، مرکب و مدون کرنا، درست کرنا، طریقہ و عادت۔ [6]

اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ چند بے ترتیب الفاظ، چیزوں، معاملات یا اشخاص کو اس طرح ترتیب دینا کہ وہ اشیاء، الفاظ یا اشخاص ایک دوسرے سے مکمل ہم آہنگ ہو جائیں اور ان کے ملاپ سے کوئی نہ کوئی نتیجہ اخذ ہونے لگے۔[7]

ادبی میدان میں یہ لفظ شاعری کی ایک خاص صنف کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں الفاظ اور مصرعوں کو اس طرح ترتیب دیا جاتا ہے کہ ان میں ہم آہنگی قائم رہتی ہے۔اور جب ان الفاظ یا مصرعوں کو ترتیب سے ملا کر پڑھا جاتا ہے تو مجموعی طور پر ایک واضح مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔[8]

پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دراصل نظم کے دو حصے ہوتے ہیں ایک اتحاد اور دوسرا ترتیب و ہم آہنگی، یعنی مختلف اشیاء اور افراد کو اس طرح ایک متحد کرنا کہ ان کے درمیان مکمل ہم آہنگی اور ارتباط قائم ہو جائے۔

اسی طرح "ضبط" بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ض-ب-ط ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں: تحمل برداشت اور صبر، اس کا ایک معنی انتظام، نظم و نسق، بندوبست کرنا بھی ہے۔اسی طرح پکڑنا، قبضہ کرنا، نگرانی یا نگہبانی کرنا، حفاظت و پاسداری کرنا، بھی ضبط کہلاتا ہے[9] کسی چیز کو جبرا پکڑنا، طاقت کے ساتھ پکڑنا، غالب ہونا، قوی ہونا، خوب حفاظت کرنا، مضبوط کرنا، گرفتار کرنا اور قابو میں کرنا،[10]

جب نظم وضبط دونوں الفاظ کو یکجا کیا جاتا ہے تو اس کا مفہوم کچھ یوں نکلتا ہے کہ چند مختلف اور بے ترتیب الفاظ، چیزوں، معاملات یا اشخاص کو اس طرح ترتیب دینا کہ وہ اشیاء، الفاظ یا اشخاص ایک دوسرے سے مکمل ہم آہنگ ہو جائیں اور پھر ان الفاظ، معاملات اور اشخاص کی اس طرح نگرانی و حفاظت و پاسداری کرنا کہ ان کی ترتیب و تدوین میں کوئی فرق نہ آئے۔ وہ جس طرح تھے اسی طرح باقی رہیں۔ان پر عمل اسی طرح جاری رہے جیسے کہ ابتداء میں فیصلہ کیا گیا۔چاہے اس کے لیے پھر اپنی رجحان اور مرضی کے خلاف جا کر جبراً اور زبردستی ان کی حفاظت و پاسداری کرنا پڑے۔

جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے تو اس میں بھی یہ دونوں الفاظ قریب قریب انہی معنوں میں مستعمل ہیں۔اردو زبان میں بھی لفظ نظم سے مراد لڑی، موزوں کلام اور انتظام و بندوبست ہے[11] اور ضبط سے مراد نگہبانی، حفاظت، ہوشیاری، انتظام و بندوبست، روک رکاوٹ، قید، پابندی اور قرق ہے[12]۔ پس نظم وضبط سے مراد امور اور معاملات زندگی کی ایسی ترتیب و تنظیم ہے جس کی حفاظت و نگہبانی کی جائے۔

انگریزی زبان میں نظم وضبط کے متبادل جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ "Discipline" ہے۔اس سے مراد ہے تنظیم وتربیت، ذہنی، اخلاقی اور جسمانی تربیت جس کے نتیجے میں اطاعت وفرماں برداری کا حصول ممکن ہو، اسی طرح اس کا معنی نظم وضبط، بندوبست وانتظام، قواعد سمجھانا بھی ہے۔اس کا ایک معنی علم کا ایک خاص شعبہ بھی ہوتا ہے۔[13]

پس نظم وضبط سے مراد الفاظ، اشیاء، معاملات اور افراد کی ایسی ترتیب وتنظیم ہے کہ جس سے وہ ایک لڑی میں پرو دیئے جائیں ہم آہنگ اور یکجا ہو جائیں اور پھر اس تنظیم وترتیب کو اس طرح باقی رکھنا کہ ان کی یہ ہم آہنگی اور یکجائی برقرار رہے اس میں کوئی فرق نہ آئے۔وہ جن بنیادوں پر استوار تھے وہ بنیادیں قائم رہیں ان کی اس طرح سے حفاظت وپاسداری اور انتظام وانصرام کیا جائے کہ ان کی ترتیب وتدوین برقرار رہے۔

نظم وضبط اور سیرت طیبہ سے رہنمائی

اسلام معاشرے میں اور افراد کے مابین نظم وضبط کا قیام چاہتا ہے اور نظم وضبط کا یہ قیام زندگی کے کسی خاص شعبہ یا کسی خاص میدان یا کسی خاص سطح کی حد تک نہیں ہے بلکہ انسان کی انفرادی زندگی ہو یا اس کی اجتماعی، عبادات ہوں یا بین المعاشرہ تعلقات، اس کے اخلاق ہوں یا معاملات، خانگی زندگی ہو یا قومی زندگی وہ انسان سے اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ نظم وضبط کو اپنا شعار بنائے۔اسلام اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے ذریعے اپنے پیروکاروں کی تربیت اس طرح سے کرتا ہے کہ ان کے تمام افعال نظم وضبط کی ایک عملی مثال کی صورت میں ڈھل جائیں۔وہ اپنی عبادات کے نظام کو اس طرح لوگوں پر عائد کرتا ہے کہ ان کی مکمل اور درست طریقے سے انجام دہی کی صورت میں انسان کی عادات اس کا مزاج خود بخود نظم وضبط کا عادی ہو جاتا ہے۔پھر وہ ایسے اعلی اخلاق لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے کہ ان کی زندگی میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ وہ خود کو نظم وضبط کا عادی بنالیں۔اس سے آگے چل کر جب بات معاملات کی آتی ہے تو بھی وہ ایسی ہدایات اور تعلیمات کا نزول کرتا ہے کہ انسان کے لیے نظم وضبط کا اختیار کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ نظم وضبط کی وہ عملی تصویر جو حضرت محمدؐ کے امتیوں نے اسلام کے دور اول میں پیش کی نہ اس سے پہلی کوئی قوم ایسی تصویر پیش کر سکی نہ ہی آج کے دور میں کوئی کر سکا ہے۔کیونکہ عصر حاضر میں اگرچہ دنیاوی معاملات میں لوگ بہت منظم ہوں گے۔کاروبار کے طریقہ کار یا پھر انفرادی عادات ومعاملات کے لحاظ سے مکمل طور پر نظم وضبط کے پابند ہوں گے لیکن کوئی نہ کوئی گوشہ تشنہ ضرور ہوگا۔کہیں مذہبی عبادات کا تصور تو کہیں اخلاق کا تصور نظم وضبط کی حدود سے بالاتر تصور کیا جاتا

ہے۔ دنیا کی کسی قوم کا نظم وضبط کا تصور اتنا جامع اور عالمگیر نہیں ہے جتنا کہ اسلام اور اس کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا تصور ہے۔ لہذا آج ہم اگر اسلامی ریاست کے اندر نظم و ضبط کے حصول کو یقینی بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں مرکز رہنمائی نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کو بنانا ہوگا۔ ان کے اسوۃ حسنہ کو دیکھنا ہوگا اس سے سبق سیکھنا ہوگا کہ کیسے آپ نے عرب کے بدوؤں کو منظم و مہذب بنا دیا؟ اور ان کے ہاں نظم وضبط اس عروج کو پہنچا کہ دنیا نے انہی سے اس کا سبق سیکھا۔

عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند کیسے بنایا جائے تو اس سلسلے میں کچھ عوامل پر خاص توجہ دینی ہوگی اور اس حوالے سے لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔ پہلی بات تو یہ کہ نظم وضبط کی پابندی کہاں کہاں ہونی چاہیے اور اس حوالے سے ہمیں آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے کیا راہنمائی ملتی ہے؟ دوسری بات یہ کہ اس کے لیے کیا کیا طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ عوام الناس میں نظم وضبط کی پابندی کہاں کہاں ہونی چاہیے تو اس کی حد میں صرف ٹکٹ یا بل جمع کروانے کی قطار ہی نہیں آتی اور نہ ہی ٹریفک کے ہجوم میں پھنسی ہوئی گاڑیوں پر محض نظم وضبط کی پابندی کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ ہی صرف انفرادی زندگی میں کامیابی کی خاطر ڈسپلن یا نظم وضبط کو یقینی بنانا ہوتا ہے اور نہ ہی شادی بیاہ کی ہونی والی دعوتوں میں بعام کے دوران خود کو قابو میں رکھنا ہوتا ہے بلکہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلامی ریاست کی ہر سطح پر اس کا قیام عمل میں لائیں۔ اس کی ابتداء اگرچہ انفرادی طور پر لوگوں کو نظم وضبط کا پابند بنانے سے ہوگی مگر معاشرے کا کوئی شعبہ یا کوئی بھی سطح اس سے مستثنیٰ نہیں ہوگی۔ ایک طالبعلم سے لے کر ایک حکمران تک کو اس کا پابند بنانے کی کوشش کرنا ہوگی۔ چاہے وہ استاد ہو یا سیاستدان، ڈاکٹر ہو یا مریض، ایک راہ گیر ہو یا کسی جہاز کا سوار، کسی ہوٹل میں بعام کی محفل ہو یا کوئی مذہبی اجتماع، خانگی معاملات ہوں یا قومی، جنگ وجدل کی بات ہو یا امن وسلامتی کی ہمیں ہر جگہ عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانا ہوگا۔

اگر ہم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور دوسرے لفظوں میں دین اسلام کی تعلیمات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں زندگی کے ہر میدان میں نظم وضبط کا پابند بننے کے حوالے سے راہنمائی ملتی ہے۔ اگر انفرادی زندگی کی بات ہو تو اسلام کا تصور عبادات اس حوالے سے لوگوں کو نظم وضبط کا پابند بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج یہ چاروں عبادات جو اسلام کی بنیادی عبادات ہیں یہ چاروں کی چاروں کسی نہ کسی لحاظ سے لوگوں کو نظم وضبط کا پابند بناتی ہیں۔ یہ نہ صرف انسان کو وقت کی پابندی سکھاتی ہیں بلکہ اس کے ساتھ نفس پر قابو پانا بھی سکھاتی ہیں۔ جب بات انفرادی زندگی سے

آگے بڑھ کی اجتماعی زندگی کی آتی ہے تو بھی یہ عبادات ہمیں نظم وضبط کی تربیت دیتی نظر آتی ہیں۔ نماز باجماعت کا ایک مقصد لوگوں کو اجتماعی طور پر منظم کرنا اور ان کی اندر نظم وضبط پیدا کرنا ہے۔ ایسے ہی حج کو دیکھ لیں جو کہ ایک عالمگیر مذہبی اجتماع ہے اس سے بڑھ کر تاریخ عالم میں ہمیں کوئی مثال نہیں ملتی جہاں کسی قوم کو من حیث المجموع نظم وضبط کا عادی بنانے کے لیے ایسا بندوبست کیا گیا ہو کہ لاکھوں انسان ایک جیسا لباس پہنے ایک وقت میں ایک جیسے شعائر بجالائیں۔ اسی طرح جب بات خانگی معاملات یا اخلاق کی آتی ہے تو بھی ہمیں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ایسا ضابطہ عمل ملتا ہے جہاں نہ صرف اخلاق بلکہ معاملات کے حوالے سے انسان کو نظم وضبط کا پابند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جیسا کہ انسان کو اعتدال کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے صبر اور برداشت کی تاکید کی گئی ہے۔ حقوق سے زیادہ فرائض کی انجام دہی کے حوالے سے زور دیا گیا ہے۔ ان کو اپنے اہل خانہ اور دیگر افراد معاشرہ کے لیے ضرر کا باعث بننے کی بجائے تنگی اور آسانی کو پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کی فلاح اور کامیابی اسی میں مضمر رکھی گئی ہے کہ آپ کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ قومی زندگی میں نظم وضبط برقرار رکھنے کی خاطر قوانین کے ساتھ ساتھ احتساب کے عمل کو بھی متعارف کروایا گیا ہے۔ یہاں تک کہ جنگ وجدل تک کے قوانین متعارف کرواکر لوگوں کو اس حالت میں بھی جب کہ انتقام اور نفرت کے جذبات انسان پر حاوی ہوئے ہوتے ہیں انھیں نظم وضبط کا پابند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ المختصر تعلیمات نبوی ﷺ کی روسے انسانی کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جسے منظم کرنے اور نظم وضبط کا پابند بنانے کے حوالے سے اقدامات نہ کیے گئے ہوں یا ہدایات نہ دی گئی ہوں۔ لہذا عصر حاضر میں بھی اگر ہم عوام الناس کو صحیح معنوں میں نظم وضبط کا پابند بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں صرف ٹریفک قوانین کی حد تک ہی ان کو نظم وضبط کا پابند نہیں کرنا ہوگا بلکہ معاشرے کی ہر سطح اور اس کے ہر پہلو کو نظم وضبط کے تابع کرنا ہوگا۔

جہاں تک ان طریقوں کی بات ہے جو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی ریاست کے عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں تو اس میں جو طریقہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور پر اثر ہے وہ ہے تعلیم و تربیت، اس کے بعد دوسرے نمبر پر قانون سازی آجاتی ہے اور اس کے بعد احتساب کے عمل، تشہیر وراہنمائی، ترغیب وحوصلہ افزائی اور بدنظمی اور انتشار پھیلانے والے عناصر کی حوصلہ شکنی کرکے بھی عوام الناس کو نظم و ضبط کا پابند بنایا جاسکتا ہے۔

تعلیم وتربیت

نوع انسانی کو کسی عمل پر ابھارنے کے لیے یا اس کا پابند بنانے کے لیے عام طور پر دو طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ ایک تعلیم وتربیت اور دوسرا قانون سازی، اول الذکر طریقہ اگرچہ کٹھن اور دشوار ہے تاہم یہ اپنے نتائج کے اعتبار سے زیادہ مؤثر اور دیر پا ہے۔ اگر کوئی قوم تعلیم وتربیت کے ذریعے یا اس کی وجہ سے کسی عمل کی عادی ہو گئی ہو تو پھر اس کا یہ عمل نہ صرف دلی رضا اور آمادگی کا مظہر ہو گا بلکہ وہ ذوق وشوق سے معمور ہو گا۔ لیکن اگر کسی کے عمل کی وجہ سزا کا خوف یا قانون کا نفاذ ہو تو وہ عمل سطحی ہوتا ہے اور اس وقت تک ہی ہوتا ہے جب تک قانون کا ڈنڈا سر پر موجود ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے اوپر زبردستی نافذ کیے ہوئے اقدامات کو ہٹانے یا ان سے بچنے کے چور راستے بھی ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ نے لوگوں کو نظم وضبط کا پابند بنانے کی خاطر قانون کا سہارا لینے سے زیادہ ان کی تعلیم وتربیت پر انحصار کیا۔ آپ کی تیرہ سالہ مکی زندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے اس تمام عرصہ میں لوگوں کی تعلیم وتربیت پر اپنی ساری توانائی لگا دی۔ ان کو اس کھیتی کی مانند تیار کیا جس میں عمل کا بیج بویا جانا ہوتا ہے۔ آپ کی یہ ساری محنت ومشقت اس لیے تھی کہ لوگ اس قابل ہو جائیں کہ جب آپ انھیں کوئی حکم دیں تو وہ فوراً سے پیشتر اس کی تعمیل بجا لائیں۔ جب آپ نے اپنے جانثار ساتھیوں کے ساتھ مدینہ ہجرت کی اور وہاں جا کر اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی تب بھی آپ نے لوگوں کی تعلیم وتربیت کو اپنی ترجیحات میں سر فہرست رکھا۔

آپ نے ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر کی اور مسجد نبوی کو اپنا مسکن بنایا اور خود لوگوں کی تنظیم وتربیت میں عملی طور پر حصہ لیا۔ آپ نماز باجماعت کے بعد باقاعدہ مجالس کا انعقاد کیا کرتے تھے جس کا مقصد صحابہ کرام کی تربیت ہوتا تھا۔ آپ خواتین کے لیے علیحدہ سے مجالس کا انعقاد کرتے اور ان کے لیے ایام مخصوص کر دیا کرتے جہاں آپ ان کو تربیت کی خاطر وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے۔[14] آپؐ کی ذات مبارکہ کے ساتھ ساتھ آپؐ کے اہل وعیال اور آپؐ کے صحابہ کرام بھی لوگوں کی تربیت میں حصہ لیتے۔ آپ لوگوں کو تربیت دیتے اور پھر اس کے بعد انھیں مختلف علاقوں میں بھیج دیا کرتے تاکہ وہ وہاں جا کر ان لوگوں کی تعلیم وتربیت کریں جو آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر تعلیم وتربیت کا شرف حاصل نہیں کر سکتے۔[15] تعلیم وتربیت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ تدریج اور مخاطب کی نفسیات کا بھی خصوصی طور پر لحا

ظ رکھتے تھے اور آپ کی تعلیم و تربیت انسانی ضابطہ حیات کے کسی ایک پہلو یا گوشے سے متعلق نہیں ہوا کرتی تھی۔ اگر صرف نظم وضبط سے متعلقہ تعلیمات کی بات کی جائے تو نہ صرف انفرادی لحاظ سے بلکہ اجتماعی یا معاشرتی لحاظ سے انسان کیسے نظم وضبط کا عادی ہو سکتا ہے؟ یہ ہمیں رسول پاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے پتہ چلتا ہے۔ جیسے کہ نظم وضبط کے مفہوم سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دو اجزاء کا مرکب ہے پہلا جزو ہے کچھ اشیاء یا معاملات کا انتخاب کرنا اور پھر ان کو ترتیب دینا اور دوسرا جزو یہ ہے کہ ان معاملات یا اشیاء کی ترتیب پر کاربند رہنا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سیرت پاک ﷺ سے ہمیں نظم وضبط کے ان دونوں اجزاء کے حوالے تعلیمات ملتی ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نہ صرف ایک فرد اور معاشرے کے لیے معاملات تجویز کرتے ہیں کہ جن پر کاربند ہونا نظم وضبط کا تقاضا ہے بلکہ آپ ان افعال اور معاملات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں جن سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ نظم وضبط کا حصول عمل میں آسکے۔ اسی طرح آپؐ کی سیرت پاک سے ہمیں نامناسب حالات کو برداشت کرتے ہوئے اسوۂ حسنہ پر کاربند رہنے، اس پر ہمیشگی اور استقامت اختیار کرنے کا سبق بھی ملتا ہے جو کہ نظم وضبط کا دوسرا جزو ہے۔

جب ایک فرد کو انفرادی لحاظ سے نظم وضبط کا پابند کرنے کی بات آتی ہے تو نبی کریم ﷺ کا جو ارشاد اس حوالے سے ہمارے لیے راہنمائی کا اولین ذریعہ بنتا ہے وہ ہے اپنے اعمال پر استقامت۔ آپ ﷺ نے بارہا مسلمانوں کو یہ بتایا کہ ان کا وہی عمل خدا کے ہاں زیادہ مقبول ہے جو کہ بے شک کم ہو مگر جس پر انسان کا مستقل عمل ہو۔ ارشاد نبویؐ ہے:

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

«أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى أَدْوَمُهَا، وَإِنْ قَلَّ»، قَالَ: وَكَانَتْ عَائِشَةُ إِذَا عَمِلَتِ الْعَمَلَ لَزِمَتْهُ

اللہ کے نزدیک اعمال میں سب سے پسندیدہ وہ عمل ہے جس پر دوام ہو اور اگرچہ وہ عمل تھوڑا ہو اور عائشہ کا بھی یہی معمول تھا کہ جب کوئی عمل کرتے اسے مستقل مزاجی سے کرتے۔[16]

اسی طرح آپ ﷺ نے عوام کو انفرادی لحاظ سے نظم وضبط پر کاربند کرنے کے لیے ان کو اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے یہاں تک کہ چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے بھی آداب بتائے جن پر عمل کر کے انسان اپنی زندگی کو نظم و ضبط کے تابع کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ

أَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، فَجَعَلْتُ آكُلُ مِنْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلْ مِمَّا يَلِيكَ»

ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا اور برتن کے چاروں طرف سے کھانا کھانے لگا تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے نزدیک سے کھا۔[17]

اسی طرح آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جلد بازی اور عجلت کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ وہ وقار اور آہستگی کے ساتھ چلیں اور یہ حکم دے کر آپ نے نہ صرف انھیں چلنے پھرنے کے آداب بتائے بلکہ ان کے اندر نظم وضبط کو پیدا کرنے کا کوشش کی۔ آپؐ کی حدیث مبارکہ ہے:

«إِذَا سَمِعْتُمُ الإِقَامَةَ، فَامْشُوا إِلَى الصَّلاَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالوَقَارِ، وَلاَ تُسْرِعُوا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا»

آپؐ نے فرمایا تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لیے (معمولی چال سے) سے چل پڑو۔ سکون اور وقار کو پکڑے رکھو اور دوڑ کر مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو اور جو نہ مل سکے اسے بعد میں پورا کر لو۔[18]

آپؐ نے فرمایا تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لیے (معمولی چال سے) سے چل پڑو۔ سکون اور وقار کو پکڑے رکھو اور دوڑ کر مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو اور جو نہ مل سکے اسے بعد میں پورا کر لو۔

اسی طرح لوگوں کے اندر جلد بازی اور عجلت کا خاتمہ کرنے کے لیے اور انھیں تحمل اور برداشت سے کام لینے کی ترغیب دینے کے لیے آپؐ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الأَنَاةُ مِنَ اللهِ وَالعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ.

سوچ سمجھ کر کام کرنا اور جلد بازی نہ کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔[19]

اسی طرح لوگوں کے اندر نظم و ضبط کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور اس کے پابند بنانے کے لیے آپ ﷺ نے لوگوں کو تکلیف اور مشکل کی حالت میں نظم و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے اور صبر و تحمل اختیار کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ زندگی کا کوئی بھی مرحلہ ہو صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ تکلیف کی حالت میں صبر کیا جائے۔[20] یہاں تک کہ اگر کسی قریبی عزیز کی وفات بھی ہو جائے تو بھی انسان اپنے حواس نہ کھوئے۔ دیکھا جائے کہ انسان کا اپنے ضبط پر قابو رکھنا عام حالات کی نسبت ان حالات میں زیادہ ہوتا ہے جب اس کو کسی تکلیف یا پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ انتظار کی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے یا پھر کسی قریبی عزیز کی جدائی سے واسطہ پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں انسان کو نظم و ضبط کی تعلیم دینا، خود پر قابو رکھنے اور برداشت کرنے کو کہنا اور پھر عملی مثال پیش کرنا بلاشبہ نہایت حکمت کا حامل ہے۔ آپؐ نے لوگوں کو اس موقع پر اپنے آپے سے باہر ہو جانے اور اپنا ضبط کھو دینے سے منع فرمایا۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الخُدُودَ، وَشَقَّ الجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الجَاهِلِيَّةِ»

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں۔[21]

اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر آپ نے مسلمانوں کو اپنے غصہ پر قابو پانے کا حکم دیا۔ آپؐ کے ارشاد کے مطابق غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ غصے کی حالت میں خود پر قابو رکھے۔[22] آپؐ کے ارشاد کے مطابق پہلوان وہ نہیں جو کسی دوسرے پہلوان کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقی معنوں میں پہلوان وہ ہے جو اپنے غصے پر قابو پالے۔[23] یہ ایک عام مشاہدہ کی بات ہے کہ انسان اپنا ضبط اس وقت کھو دیتا ہے جب وہ غصے کی حالت میں ہوتا ہے۔ لہذا اس کے غصے پر بند باندھنے کا حکم دینا در اصل اس کو نظم و ضبط کا پابند بنانا ہی ہے۔ اسی طرح آپؐ کا ارشاد ہے:

«من كظم غيظا وهو يستطيع أن ينفذه دعاه الله يوم القيامة على رءوس الخلائق حتى يخيره في أي الحور شاء»

جو شخص غصہ ضبط کر لے حالانکہ وہ اسے کر گزرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ جس حور کو چاہے منتخب کر لے۔[24]

اسی طرح جب بات انفرادی سے بڑھ کر اجتماعی سطح کی آتی ہے تو پھر آپؐ نے عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند کرنے کے لیے جو ہدایات جاری کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ تم میں کوئی کسی دوسرے کے لیے پریشانی کا سبب نہ بنے۔ آپ کے اعمال اس درجہ منظم اور پابند ضوابط ہوں کہ کسی اور کی زندگی میں آپ کی وجہ سے پریشانی، تکلیف بدنظمی، انتشار یا خلل پیدا نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا:

«المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، »[25]

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

بلکہ اس کے برعکس آپؐ نے لوگوں کو دوسروں کی زندگیوں میں آسانی اور سہولت فراہم کرنے کی ہدایت کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

«يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا»[26]

لوگوں کے لیے سہولت فراہم کرو اور مشکلات پیدا نہ کرو۔ لوگوں کو بشارت دو اور انھیں وحشت زدہ نہ کرو، اتفاق باہمی سے رہو اور اختلافات پیدا نہ کرو۔

گویا آپؐ کے اس فرمان نے لوگوں کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ من مانی کرنے کی بجائے نہ صرف اپنی زندگیوں میں نظم وضبط پیدا کریں اور صرف انہی افعال کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں جس سے نہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہو بلکہ ایسے تمام افعال واقدامات سے بھی خود کو روکے رکھیں جن سے کسی دوسرے کو کوئی تکلیف پہنچے۔ غور کیا جائے تو اس فرمان پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں جہاں معاشرے میں انتشار اور بدنظمی پھیلانے والے کئی اسباب کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہیں افراد کو بھی سہل ہو جاتا ہے کہ وہ نظم وضبط کو اپنی زندگیوں کا شعار بنائے رکھیں۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی سے آگے بڑھ کر جب بات قومی سطح کی ہو تو وہاں بھی نظم وضبط کے قیام کے حوالے سے ہمیں نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ اور تعلیمات ملتی ہیں۔ معاشرتی یا قومی سطح پر فتنہ پھیلانے والوں کو سخت سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔ انتشار اور بدنظمی سے بچنے کے لیے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ امیر کی اطاعت کریں اور اگر ان پر کوئی ایسا حاکم مسلط ہو جائے جو ان کی مرضی کے مطابق نہ ہو تب بھی اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے خلاف اس وقت تک کوئی قدم نہ اٹھایا جائے جب تک کہ وہ صریح کفر کا مرتکب نہ ہو جائے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ» ۔[27]

حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے بارے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔ اگر وہ اعلانیہ کفر کریں تو تم کو اللہ کے پاس سے دلیل مل جائے گی۔

اطاعت امیر کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

«اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ»

(اپنے حاکم کی) سنو اور اطاعت کرو، خواہ ایک ایسا حبشی (غلام تم پر) کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے جس کا سر سوکھے ہوئے انگور کے برابر ہو۔[28]

آپؐ نے امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور امیر کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:

«مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِعِ الأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي، وَإِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ، »[29]

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہو کر) جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے۔

اسی طرح جب بات ایک فرد، ایک معاشرے، ایک قوم اور ایک ملک سے آگے بڑھ کر دو یا دو سے زیادہ معاشروں یا اقوام کی آجائے تو اس سطح پر بھی نظم وضبط کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات موجود ہیں۔ آپ نے ایک دوسرے پر ظلم وستم کو ممنوع قرار دیا اور حکم دیا کہ ایک مومن کی لشکر کشی صرف اللہ کی رضا اور اس کے دین کی سر بلندی کی خاطر ہوتی ہے۔ اس کا ذاتی مفاد یا حرص یا لشکر کشی یا جنگ کی وجہ نہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ایک مبارکہ ہے:

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں لڑائی کی کیا صورت ہے؟ کیونکہ کوئی ہم میں سے غصہ کی وجہ سے اور کوئی غیرت کی وجہ سے

لڑائی کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا جو اللہ کے کلمے کو سر بلند کرنے کے لیے لڑے وہ اللہ کی راہ میں لڑتا ہے۔[30]

اسی کے ساتھ ساتھ آپ نے لوگوں کو حالت جنگ میں بھی نظم وضبط کا پابند بنانے کی خاطر ہدایات جاری فرمائیں۔آپ نے انھیں کہا کہ وہ نہ تو عورتوں اور بچوں کو قتل کریں اور نہ ہی بوڑھوں کو ماریں۔اس کے ساتھ ساتھ آپ نے دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں اور مقدس کتابوں کی بے حرمتی سے بھی منع فرمایا۔فصلوں اور بستیوں کو اجاڑنے سے بھی روک دیا۔آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (مجاہدین کو رخصت کرتے وقت) فرمایا: تم اللہ کے نام سے، اللہ کی تائید اور توفیق کے ساتھ، اللہ کے رسول کے دین پر جاؤ اور بوڑھوں کو جو مرنے والے ہوں نہ مارنا، نہ بچوں کو، نہ چھوٹے لڑکوں کو اور نہ ہی عورتوں کو اور غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور غنیمت کے مال کو اکٹھا کر لینا، صلح کرنا اور نیکی کرنا، اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔[31]

اسی طرح آپ ﷺ نے لوگوں کو جنگ یا لشکر کشی کے دوران لوٹ مار سے منع فرمایا۔ایک حدیث مبارکہ ہے:

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

«سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن النهبى»

کہ آپ نے سنا کہ نبی کریم ﷺ لوٹ مار سے منع فرماتے تھے۔[32]

اب جبکہ یہ تو واضح ہو گیا کہ نظم وضبط کے قیام اور پھر اس پر استقامت کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی کیا تعلیمات موجود ہیں اور آپؐ کا طریقہ تعلیم و تربیت کیا تھا؟ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ عصر حاضر میں عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے حوالے سے تعلیم و تربیت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے کیسے راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے؟ عصر حاضر میں اس مقصد کی تکمیل کی خاطر نہ صرف آپؐ کی تعلیمات کو عام کرنا ہو گا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپؐ کے طریقہ تعلیم کو بھی اپنانا ہو گا۔مردوں اور بچوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دینی ہو گی۔ابتداء ہی سے بچوں کو نظم وضبط اور تحمل و برداشت کا سبق ذہن نشین کروانا ہو گا تاکہ آگے چل کر وہ اسی نظم وضبط کے خوگر رہ

سکیں۔ نظام تعلیم کی اصلاح کرنی ہو گی۔ کیونکہ جو تربیت ابتداء میں ہی ہو جائے وہ زیادہ کار گر ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح نظم وضبط کے حوالے سے عوام کی تعلیم و تربیت کو محض تعلیمی اداروں کے سپرد کر دینا ہی کافی نہیں ہو گا۔ بلکہ مساجد جو کہ اسلامی معاشرہ کی اصلاح کا موثر ترین ادارہ ہیں انھیں اس مقصد کی تکمیل کے لیے فعال کردار ادا کرنا ہو گا۔ جیسے نبی کریمؐ اور صحابہ کرام نے مساجد کو مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا ویسے ہیں مسلمان علماء کرام اور حکمرانوں کو بھی کرنا ہو گا۔ مساجد کو تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنانے کا ایک فائدہ یہ ہو گا کہ جب مسلمان نماز پڑھنے یا دیگر عبادات کی ادائیگی کے لیے مساجد میں تشریف لائیں گے تو پھر وہیں ان کی اصلاح ہو جائے گی۔ الگ سے کسی تربیتی ادارے کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہو پائے گا جب دور اولی کی مانند آج بھی لوگ مساجد کا رخ کریں لہذا اس کے لیے بھی لوگوں کے اندر شعور اجاگر کرنا ہو گا۔

جہاں تک نظم وضبط کے حوالے سے آپؐ کی تعلیمات سے راہنمائی کے حصول کا تعلق ہے تو اس کی خاطر آپؐ کی تعلیمات کو عام کرنا وقت کی اشد ضرورت ہے۔ لہذا نصاب میں آپؐ کی سیرت مبارکہ کے ان پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے جو مختلف سطحوں پر عوام کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے راہنمائی فراہم کر سکیں۔ تاکہ بچے ان سے سبق سیکھیں۔ اسی طرح عوامی اور مذہبی اجتماعات میں بھی وقت کی اہم ضرورت کا تقاضا جان کر ان موضوعات کو زیر بحث لایا جائے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اس وقت عوام کی زندگیوں میں بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اگر کوئی اخبار بین نہ ہو تو بھی وہ الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ کسی نہ کسی طرح ایک سامع یا ناظر کی حیثیت سے منسلک ہے۔ لہذا پرنٹ میڈیا میں کالموں اور دیگر مضامین یا کتابوں کی شکل میں اور الیکٹرانک میڈیا کے مذہبی چینلز، نیوز چینلز یہاں تک کہ تفریحی چینلز پر بھی اس حوالے سے عوام الناس کی تربیت کی خاطر پروگرام نشر کیے جانے چاہیئں۔

الغرض نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور آپؐ کا طریق تربیت ہمارے لیے ایک روشن اور قابل عمل مثال ہے جس کی تقلید کر کے آج کے دور میں بھی عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنایا جا سکتا ہے۔ کرنا یہ ہو گا کہ آپؐ کی ان تعلیمات کو عام کیا جائے جو لوگوں کے اندر نظم وضبط کے فروغ کا باعث بن سکتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپؐ کے طریقہ تربیت کو بھی اپنایا جائے۔ ہر خاص و عام کی تربیت کی جائے اور دوسروں کو بھی اس کام پر لگایا جائے۔

قانون سازی

عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے تعلیم وتربیت کے بعد دوسرا موثر ترین ذریعہ قانون کی قوت نافذہ کا استعمال ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپؐ نے اسلامی معاشرے کی اصلاح اور ان میں نظم وضبط کے قیام کے لیے خود کو صرف نصیحت یا تعلیم وتربیت تک ہی محدود نہیں کر چھوڑا تھا بلکہ معاشرہ کی اصلاح کی خاطر، اسے بد نظمی اور انتشار سے بچانے کے لیے اور نظم وضبط کے قیام کے لیے قوانین کا نفاذ بھی کیا تھا۔ جیسا کہ اسلامی ریاست میں نظم وضبط کے قیام کی کئی سطحیں اور درجات ہیں۔ سب سے پہلی انفرادی، پھر اجتماعی اور اس کے بعد قومی یا بین الاقوامی سطح یا درجہ۔ تو جہاں تک انفرادی سطح پر نظم وضبط کے قیام کا تعلق ہے تو اس حوالے سے اگرچہ آپؐ نے صرف تعلیم وتربیت سے ہی کام لیا لیکن جب بات اجتماعی، قومی یا بین الاقوامی سطح کی آئی تو پھر آپؐ نے نظم وضبط کے قیام کی خاطر تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ قانون کی طاقت کا بھی سہارا لیا۔

یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی آپؐ نے مدینہ منورہ ہجرت کی آپؐ نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی اور 52 شقات پر مبنی دنیا کا پہلا تحریری دستور تیار کروایا اور مسلم اور غیر مسلم دونوں طرح کی عوام کو اس کا پابند بھی بنایا[33]۔ اس تحریری دستور کا مقصد نہ صرف اسلامی ریاست کی مضبوطی اور اس کے قیام کو استحکام بخشنا تھا بلکہ معاشرے کو انتشار اور بد نظمی سے پاک کر کے نظم وضبط کا پابند بھی بنانا تھا۔ اسی طرح اجتماعی سطح پر نظم وضبط کے قیام کی خاطر آپؐ نے کئی قوانین کا نفاذ کیا۔ جن میں سر فہرست جنگی قوانین ہیں۔ چوری، ڈکیتی اور راہزنی کے حوالے سے آپؐ نے قوانین کا نفاذ کیا۔ ایک شخص کے دوسرے شخص پر جو حقوق وفرائض تھے انھیں واضح کیا۔ کوئی شخص اگر کسی دوسرے انسان یا کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے کی حق تلفی کرتا تو آپؐ مظلوم کی دادرسی کیا کرتے۔ آپؐ نے ہر علاقے میں ایک عامل کو مقرر کیا جس کا مقصد معاشرے میں پیدا ہونے والے تنازعات کو اسلامی قانون کی روشنی میں حل کروانا تھا تاکہ معاشرہ انتشار کا شکار نہ ہو سکے۔ الغرض ان تمام اقدامات کی مدد سے آپؐ نے اسلامی معاشرہ کو نظم وضبط کا پابند بنایا۔

اگر آج عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کی خواہش ہو تو تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ مناسب قانون سازی کا بھی سہارا لینا ہوگا۔ آج دور نبویؐ کے مقابلے میں حالات میں واضح فرق رونما ہو چکا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور آبادی میں اضافے نے صورتحال کو بہت زیادہ بدل کر رکھ دیا ہے۔ اگرچہ آج بھی انفرادی سطح پر نظم وضبط کی اہمیت مسلم ہے کیونکہ جب تک ایک فرد اپنی ذات کی حد تک نظم وضبط کی پابندی نہیں کرے گا وہ معاشرے میں اجتماعی نظم وضبط کے

قیام میں مناسب کردار ادا نہیں کر پائے گا تاہم موجودہ حالات میں معاشرہ میں اجتماعی نظم وضبط کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ آج کے دور میں وہی قوم ترقی کر سکتی ہے جو انفرادی سطح کے ساتھ ساتھ من حیث المجموع بھی نظم وضبط کی پابند ہو۔ پس آج کے دور میں بدلے ہوئے حالات کے تقاضوں کے تحت قانون سازی کرنا ہو گی۔ پھر چاہے وہ ٹریفک قوانین کا نفاذ ہو یا قومی اور مذہبی اجتماعات میں نظم وضبط کو بحال رکھنے کی خاطر قانون سازی۔

آج کے دور میں اگر تعلیمی اداروں یا دیگر معاشی اداروں میں نظم وضبط کی بحالی کی خاطر قانون کا نفاذ کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ نہ تو شریعت کی روح کے خلاف ہو گا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے منافی۔ دیکھا جائے تو اگرچہ اس وقت انسانوں کی یا اداروں کی بہتات نہیں تھی نہ ہی ذرائع رسل ورسائل اور ادارے اتنی ترقی یافتہ شکل میں موجود تھے تاہم پھر بھی نبی کریم ﷺ نے ہر حوالے سے عوام الناس کو منظم رکھنے کی خاطر تعلیمات و ہدایات کو جاری کیا۔ تو آج بھی اسلامی ریاست میں نظم وضبط کو یقینی بنانے کے لیے یہ ضروری امر ہو گا کہ لوگوں کو قانون کا پابند بنایا جائے۔

لیکن یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ محض قانون سازی کر دینے سے کچھ نہیں ہو گا بلکہ قانون کا نفاذ بھی کرنا ہو گا۔ جب تک معاشرے میں اس حوالے سے بنائے گئے قوانین کا صحیح معنوں میں اور تمام سطحوں پر نفاذ نہیں ہو گا قانون سازی فائدہ نہیں دے گی۔ ہونا یہ چاہیے کہ ایک دفعہ جب کوئی قانون بن جائے تو پھر ہر لحاظ سے ان کی تنفیذ کو یقینی بنایا جائے۔ اسے معاشرے میں پائے جانے والے اعلی طبقے یا حکمران طبقے کے ذاتی مفادات کی خاطر قربان نہ کر دیا جائے۔ آج جن معاشروں اور ریاستوں میں نظم وضبط کی حکمرانی ہے وہاں قانون کو بھی بالادستی حاصل ہے۔ ایک کے بغیر دوسرا کبھی بھی نشو ونما نہیں پا سکتا۔

تشہیر وراہنمائی

اسلامی ریاست میں عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کی خاطر ان میں نہ صرف اس حوالے سے آگہی اور شعور کو پروان چڑھانا ہو گا بلکہ ان تعلیمات کی بھی تشہیر کرنا ہو گی جو کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے اس حوالے سے ملتی ہیں اسی طرح ان قوانین کو بھی لوگوں تک عام کرنا ہو گا جن کو اسلامی ریاست میں نظم وضبط کی تشکیل کی خاطر بنایا گیا ہو گا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت اس نہج پر کی وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آپ ؐ کی

تعلیمات کو پہنچائیں۔ لوگوں کی تربیت میں آپ ؐ کا ساتھ دیں۔ یہی وجہ ہے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اس وقت موجود لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ان تک یہ باتیں پہنچادیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔[34] اسی طرح آپ ؐ نے لوگوں کی راہنمائی کی خاطر ان کی طرف صحابہ کرام کی بھیجا۔ کہ وہ ان کے درمیان جا کر رہیں اور ان کو دین کی تعلیم دیں۔[35]

جب تک لوگوں تک کسی بھی حوالے سے مقرر کردہ ضوابط نہیں پہنچیں گے لوگ ان ہر عمل نہیں کر سکیں گے۔ لہذا عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے ضروری ہو گا کہ ان تک نہ صرف آپ ؐ کی اس حوالے سے موجود تعلیمات کی تشہیر کی جائے انہیں راہنمائی فراہم کی جائے بلکہ اس حوالے سے جو قانون سازی ہو عوام الناس میں اس کی بھی تشہیر کی جائے۔ کیونکہ جب تک لوگوں کو معلومات حاصل نہیں ہوں گی وہ ان ضوابط پر عمل بھی نہیں کر پائیں گے جو ان کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

مثال کے طور پر آج اگر ٹریفک کے نظام میں عوام کو نظم وضبط کا پابند کرنے کی بات ہو تو وہاں جو قوانین بنائے گئے ہیں ضروری ہے کہ ان کی معاشرے میں خوب تشہیر کی جائے۔ اس کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا سہارا بھی لیا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ راہ گاہوں پر بھی بورڈز چسپاں کیے جائیں جن میں آسان طریقہ کار کی مدد سے لوگوں کو راہنمائی فراہم کی جائے۔ تعلیمی اداروں اور دیگر سماجی اداروں میں بھی ایسی ورکشاپس منعقد کروائی جائیں جہاں بچوں اور بڑوں دونوں طبقوں میں آگہی اور شعور کو یقینی بنایا جا سکے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات مبارکہ سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ جب تک کسی کو قانون وضوابط کا علم نہ ہو اس پر اس کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ لہذا ضروری ہے کہ اسلامی ریاست میں عوام الناس میں اس حوالے سے آگہی اور شعور پیدا کرنے کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں۔

نظم وضبط کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا

نظم وضبط کے قیام کے لیے صرف مثبت اقدامات ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ اس کی خاطر ان تمام عوامل کی سرکوبی کرنا ہو گی جو اس کے قیام کی راہ میں رکاوٹ شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان کی کوششوں پر اس وقت پانی پھر جاتا ہے جب منفی محرکات سر اٹھانے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے تمام عوامل کی سرکوبی فرمائی جو اسلامی معاشرے میں نظم وضبط کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ آپ ؐ نے جھوٹ، بددیانتی، سستی اور لاپرواہی سے لوگوں کو دور رہنے کا حکم دیا۔ یہ تمام عوامل معاشرے میں نظم وضبط کے قیام کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں اسی طرح آپ ؐ

نے لوگوں کو رشوت لینے اور دینے سے منع فرمایا[36]۔ کیونکہ رشوت خوری قوانین کے نفاذ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ غصہ، حسد اور بغض معاشرے میں انتشار پھیلا سکتا ہے لہذا آپؐ نے اس سے بھی لوگوں کو منع کر دیا۔ ان کے نقصانات اور نقائص سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

خلاصہ بحث

الغرض آج اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنایا جائے تو ہمیں ان تمام عناصر کی سرکوبی کرنا ہو گی جو معاشرے میں بگاڑ اور انتشار کا باعث بنتے ہیں۔ تاکہ لوگوں میں نظم وضبط پیدا ہو سکے۔ اسی طرح ان تمام عوامل کے ساتھ ساتھ ہمیں مزید تحقیق کرنا ہو گی کہ عصر حاضر میں کون کون سے عوامل معاشرے میں نظم و ضبط کے قیام کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ ہمیں ان سب کی سرکوبی کرنا ہو گی۔ جیسا کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ عوام کے اندر عجلت پسندی کے جذبات کا غلبہ ہے۔ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی جلدی ہے۔ صبر اور تحمل جیسے جذبات کی بہت کمی ہے۔ یہی وجہ کہ نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی نظم وضبط کی کمی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ بحیثیت ایک قوم کے ہم ترقی کریں تو ہمیں اس کی خاطر نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے مطابق چلتے ہوئے نہ صرف تعلیم وتربیت اور قانون سازی کی راہ اپنانا ہو گی اور اس کی مناسب تشہیر اور حوصلہ افزائی کرنا ہو گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان منفی عوامل کو بھی روکنا ہو گا جو کہ اس کے قیام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

[1] The most disciplined organization in Human history, Muwuna Remarque Koutonin, https://www.siliconaftrica.com/the-most-discipilined-nation/26-04-2016

[2] Japan GDP growth rate, www.tradingeconomics.com/japan-growth-rate/29-04-2106

[3] World University Rankings,www.shanghairanking.com/world-university-ranking/Japan.html

[4] Countries with the best education system,www.mbctimes.com/English/20-best-education-system-world/28-04-2016

[5]: ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، کلیات اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 2012ء، ص 278

Allama Muhammad Iqbāl, Kuliyāt-e-Iqbāl (Urdu), Iqbāl Academy, Lahore, Pakistan, 2012, p: 278.

[6]: ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم (م 711ھ)، لسان العرب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2005، ج: 7، مادہ: ن-ظ-م

Ibn Manzūr, Jamāl-ud-Dīn, Muhammad bin Mukrim, (d. 711H), Lisān-al-Arab, Dār-al-Kutub al-Ilmiyah, Beirūt, 2005, Vol: 7. Root word: ن، ظ، م

[7]: ایضا

Ibid

[8]: ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم (م 711ھ)، لسان العرب، ج: 7، مادہ: ن—ظ-م

Ibn Manzūr, Lisān-al-Arab, Root word: ن، ظ، م

[9] :urduencyclopedia, https://www.urduencyclopedia.org.com/urdu dictionary/index.php? title ضبط

[10]: ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم (م 711ھ)، لسان العرب، ج: 4، مادہ ض-ب-ط

Ibn Manzūr, Lisān-al-Arab, Root word: ض، ب، ط

[11]: مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، کراچی، ص: 1365

Maulvi, Feroz-ud-Dīn, Feroz-al-Lughat, Feroz Sons, Karachi, p: 1365.

[12] ایضا، ص 868

Ibid, p: 868

[13] The New International Webster's comprehensive Dictionary of the English language,trident press international,1996, pg:363

[14]: بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام (م 256ھ)، الجامع الصحیح، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، ت-ن، کتاب العلم، ح: 68

Bukhāri, Abu Abdullah, Muhammad bin Ismāil, Al jama' al-Sahih, Dar-al-Salam lil Nashar waltauzi', Riyadh, Kitāb al-Ilm, Hadith no. 68.

[15]: ایضا، باب جس کو اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچے، ح 2801

Ibid, Hadith no. 2801

[16] مسلم بن حجاج قشیری، امام (م 261ھ)، صحیح مسلم، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، ت۔ تصحیح مسلم، باب عمل پر دوام کی فضیلت کے بیان میں، ح: 1726

Muslim bin Hajjaj al-Qushāiri, (d. 261H), Sahih Muslim, Dar al-Salam lil Nashar waltauzi', bāb, Dawam ālal amar, Hadith no. 1726.

[17]: بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام (م256ھ)، الجامع الصحیح، باب برتن میں اپنے سامنے سے کھانا کھانا، ح: 5377
Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al-Adāb, Hadith no. 5377.

[18]: ایضا، باب نماز کا بیان، ح: 636

Ibid, Hadith no. 636

[19]: ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسی، امام (م279ھ)، جامع ترمذی، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، باب سوچ سمجھ کر کام کرنے کا ذکر، ح: 2012

Tirmidhi, Muhammad bin Īsa, (d.279H), Jami' Tirmidhi, Dar al-Salam lil Nashar waltauzi', bāb, Dawam ālal amar, Hadith no. 2012.

[20]: بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام (م256ھ)، الجامع الصحیح، باب غزوہ طائف کا بیان، ح: 4335

Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al-Adāb, Hadith no. 4335.

[21]: ایضا، باب رخسار پیٹنے والے ہم میں سے نہیں ہیں، ح: 1297

Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al-Adāb, Hadith no. 1297.

[22]: ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسی، امام (م279ھ)، جامع ترمذی، باب جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنے کی کراہت کا بیان، ح: 384
Tirmidhi, Jami' Tirmidhi, Hadith no. 384.

[23] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام (م256ھ)، الجامع الصحیح، باب غصہ سے پرہیز کرنا، ح: 6114

Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al-Adāb, Hadith no. 6114.

[24]: ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسی، امام (م279ھ)، جامع ترمذی، باب غصہ ضبط کرنے کا بیان، ح: 2021

Tirmidhi, Jami' Tirmidhi, Hadith no. 2021.

[25]: بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام (م256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، ح: 10

Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al-Imān, Hadith no. 10.

[26]: مسلم بن حجاج قشیری، امام (م261ھ)، صحیح مسلم، باب آسانی کا معاملہ اختیار کرنے کا حکم، ح: 4424

Muslim, Sahih Muslim, bāb, Taisīr fil Amal, Hadith no. 4424.

[27]: بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام (م256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب فتنوں کے بیان میں، ح: 7056

Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al-Fitan, Hadith no. 7056.

[28]: ایضا، کتاب اذان کے مسائل کے بیان میں، ح: 693

Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al-Salat, Hadith no. 693.

[29]: ایضا، کتاب جہاد کا بیان، ح: 2957

Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al Jihad, Hadith no. 2957

30: بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام (م 256ھ)، الجامع الصحیح، باب کھڑے ہو کر کسی عالم سے سوال کرنا، ح: 123
Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al Jihad, Hadith no. 123

31: ابو داؤد، سلمان بن اشعث، امام (275ھ)، سنن ابوداؤد، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، 1998ء، کتاب جہاد کے مسائل، ح: 2614
Abu Daūd, Suleman bin Ashath, (d.275H), Sunan abu Daūd, Dar al-Salam lil Nashar waltauzi', kitāb al-Jihad, Hadith no. 2614.

32: ایضا، کتاب جہاد کے مسائل، ح 2703
Ibid, Hadith no. 2703.

33: ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، دار الاشاعت، لاہور، ص: 72
Hamīdullah, Dr. Ahd-e-Nabvi mein Nizām-e-Hukmarāni, Dār-al-Isha'at, Lahore, p: 72

34: بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام (م 256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب اللہ کی توحید اور اس کی ذات اور صفات کے بیان میں، ح: 7447
Bukhāri, Al jama' al-Sahih, Kitāb al Jihad, Hadith no. 7447.

35: ایضا، کتاب جہاد کا بیان، ح: 2801
Ibid, Hadith no. 2801

36: ترمذی، محمد بن عیسی ابو عیسی، امام (م 279ھ)، جامع ترمذی، باب فیصلے میں رشوت لینے اور دینے پر وعید، ح: 1336
Tirmidhi, Jami' Tirmidhi, Hadith no. 1336.